سیف اللہ* ڈاکٹر سمیرا اکبر**

علامہ اقبال اور مصری شاعر احمد شوقی کے ہاں فکری مماثلتیں

Intellectual similarities between Allama Iqbal and Egyptian poet Ahmad Shawqi

Abstract: In the 19th century, an intellectual and practical movement against Western influence became evident across Islamic nations, with writers and poets playing a central role in the cultural renaissance of the Muslim world. Among these literary figures, Muhammad Iqbal in India and Ahmed Shawqi in Egypt emerged as pioneering voices, each offering a powerful expression of Islamic identity and resistance to colonialism. This article explores the intellectual parallels between Iqbal and Shawqi, analyzing their shared themes of patriotism, reverence for Islamic history, and devotion to the Prophet Muhammad ﷺ. Both poets express deep sorrow over the loss of Islamic glory in Andalusia, and their poetry reflects a profound cultural pride, rich emotional depth, and a spirit of resistance. Through their patriotic anthems, which resonated widely among all social strata, Iqbal and Shawqi revived Islamic historical consciousness and celebrated the achievements of Muslim heroes, who are immortalized in Islamic history. This comparative study highlights how these poets contributed to the intellectual foundations of a pan-Islamic identity and solidarity, marking them as pivotal figures in the Islamic world's response to the challenges of their time.

Keywords: Iqbal, Ahmed Shawqi, Renaissance, patriotism, Muslim heroes

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

انیسویں صدی کی اسلامی ممالک کی تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اس دور میں تقریباً تمام اسلامی ممالک میں مغربی تہذیب و تمدن کے خلاف فکری و عملی جہاد برپا نظر آتا ہے۔ جہاں علما، دانشور اور اہلِ علم مغربی تہذیب کے سیلاب کے آگے بند باندھنے کی جدوجہد میں مصروف دکھائی دیتے ہیں وہاں ادبا و شعرا کی صفوں میں بھی ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں جو ملتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کی نقیب ہیں۔ ہندوستان میں علامہ محمد اقبال اور مصر میں احمد شوقی اسی نئی آواز کے علمبردار تھے۔ اگرچہ اقبال اور شوقی کے ہم عصر ادیب اور شاعر ایران، افغانستان، مصر اور شام میں تقریباً ایک جیسی فضا اور ماحول میں سانس لے رہے تھے لیکن اقبال اور شوقی کی ذاتی زندگیوں، ان کے خیالات اور ان کے سماجی حالات میں غیر معمولی مماثلت پائی جاتی ہے۔ ان دونوں قابلِ قدر ہستیوں کی زندگی اور ان کی شخصیت میں جو چیزیں قدرِ مشترک ملتی ہیں ان کا خلاصہ کچھ اس طرح سامنے آتا ہے:

۱۔ دونوں کی ابتدائی تعلیم روایتی انداز سے ہوئی۔

۲۔ دونوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرونی ملک کا سفر کیا۔ اقبال انگلستان اور جرمنی گئے اور شوقی نے فرانس اور انگلستان میں تعلیم پائی۔

۳۔ دونوں نے قانون کا علم سیکھا اور مغربی تہذیب و تمدن کا قریب سے مطالعہ کیا۔

۴۔ دونوں اسلامی اقدار و نظریات کی گہری بصیرت رکھتے تھے۔

۵۔ دونوں نے اپنی زندگی میں ہی شہرت و مقبولیت کی بلندیوں کو چھو لیا تھا۔

۶۔ دونوں کے یہاں مشترکہ موضوعات پر نظمیں ملتی ہیں۔

ان اشتراکات کے علاوہ دونوں شاعروں کی فکر میں بہت سی چیزیں غیر معمولی حد تک مشترک ہیں۔ جیسا کہ اندلس میں اسلامی شان و شوکت کے آثار اور اسلامی حکومت کے زوال پر دونوں شعراء کے خیالات و احساسات کا موازنہ انتہائی دلچسپ ہے۔ اقبال کی طرح شوقی بھی اسلامی آثار کو دیکھ کر رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلاف کی عظمتِ پارینہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ مسلمانوں کے خوابیدہ عزائم اور جذبات کو پھر سے برانگیختہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

قَرْيَةٌ لاتُعَدُّ في الأرض كانت
تُمسِكُ الأرضَ أَن تَمِيدَ وتُرسي

(جو شہر آج بے حیثیت بنا ہوا ہے وہی کل تک زمین کے لیے باعثِ سکون تھا۔)

وإذا الدارُ ما بِها من أنيسٍ
وَإذا القومُ ما لهم من مُحسِ

(اب اس گھر میں نہ تو کوئی غم گسار ہے اور نہ ہی اس قوم کو کوئی جانتا ہے۔)

خرج القومُ في كتائبَ صُمٍّ
عن حفاظ ، كموكب الدَّفن خُرُسِ

(قوم مسلم یہاں سے خاموش دستوں میں اس طرح نکلی گویا جنازہ جا رہا ہے۔)

ركبوا بالبحار نَعشًا و كانت
تحت آبائهم هي العرش أمسِ

(وہ جہازوں پر لاش کی مانند سوار ہوئے حالانکہ ان کے آباو اجداد شاہانہ انداز میں آئے تھے۔)

حَسبُهم هذه الطلولُ عِظاتٍ
من جديدٍ على الدهور و دَرسِ

(ان کھنڈرات میں مسلمانوں کے لیے عبرت اور درس موجود ہے۔)

وإذا فاتك التفات إلى الما
ضي فقد غاب عنك وجهُ التأسِّي(1)

(اور جب کوئی قوم ماضی کو بھلا دیتی ہے تو اسلاف کی پیروی میں ناکام ہو جاتی ہے۔)

احمد شوقی نے یہ نظم ۱۹۱۸ء کے بعد اس وقت کہی تھی جب صلح کے اعلان کے بعد انھیں جلاوطنی میں اسپین کے شہروں کو دیکھنے کی اجازت ملی اور انھوں نے قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلہ کی سیاحت کی اور وہاں عربوں کے آثار دیکھے۔ اقبال نے بھی ان مقامات کی سیاحت کے بعد چند نظمیں کہی ہیں۔ مثلاً انھوں نے ''عبد الرحمٰن اوّل کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت سرزمین اندلس میں'' کے عنوان سے جو نظم کہی ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ یہ نظم فکر، جذبے اور تڑپ کے لحاظ سے شوقی کی نظم سے کہیں زیادہ بلند پایہ ہے۔

عالم کا عجیب ہے نظارہ
دامان نگہ ہے پارہ پارہ
ہمت کو شناوری مبارک
پیدا نہیں بحر کا کنارہ
ہے سوزِ دروں سے زندگانی(۲)

ڈاکٹر یوسف حسین خاں اس نظم کے متعلق لکھتے ہیں:

"بالِ جبریل میں عبد الرحمٰن اوّل کے سرزمینِ اندلس میں پہلا کھجور کا درخت بونے پر جو نظم ہے وہ اقبال کے آرٹ کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے۔ ایک کھجور کے درخت میں شاعر تاریخ و روایات کے آب و رنگ سے کمال بینی کی تصویر دیکھتا ہے۔"(۳)

اس نظم کو پڑھ کر انسان کے دل میں معاً وہ سب حالات گزر جاتے ہیں جو فاتح عربوں کے ذوقِ عمل کے آئینہ دار تھے جس طرح وہ اندلس کی سرزمین پر اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتے تھے اسی طرح کھجور کا درخت بھی اس سرزمین کی آب و ہوا سے ناآشنا تھا۔ کھجور کے درخت کو دیکھ کر ایک عرب کے دل پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے شاید ہم لوگ اس سے ناواقف ہوں۔ عرب کا تخیل انھیں نخلستانوں میں پرورش پاتا اور اپنے ریگستان کی وسعت کی طرح پھیلتا اور بڑھتا ہے۔

سرزمین اندلس سے تعلق رکھنے والی اقبال کی دوسری نظم "مسجد قرطبہ" ہے۔ ایمائی اثر آفرینی، فکری و ذہنی بلندی، جذباتی پاکیزگی اور رفعتِ تخیل کی وجہ سے یہ اقبال کی شاہکار نظم ہے۔ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اس نظم کے متعلق فرماتے ہیں:

"اگر اقبال کی چند منتخب اور نمائندہ نظموں کا نام لیا جائے تو مسجد قرطبہ ان میں سے ایک اور سرفہرست ہوگی اور شاید یہ کہنا صحیح ہو گا کہ اقبال کے فن و شخصیت اور ان کے مجموعی ورثے میں یہ نظم ان کے واحد شاہکار کا حکم رکھتی ہے۔"(۴)

ڈاکٹر یوسف حسین خاں فرماتے ہیں:

"اس میں آرٹ، تاریخ اور فلسفہ ایسی خوش اسلوبی سے سموئے گئے ہیں کہ انسانی ذہن لطف اندوز ہوتا ہے اور داد دیتا ہے۔ وہ تفصیل سے ہسپانیہ کی اسلامی عہد کی تاریخ نہیں بیان کرتا بلکہ صرف چند اشارے کرتا ہے یہ چند اشارے ضخیم کتابوں پر بھاری ہیں۔"(۵)

اقبال کو قوی امید تھی کہ وہ قوم جس نے مسجد قرطبہ بنائی ہے پھر خوابِ غفلت سے بیدار ہوگی اور اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کرے گی۔ نظم مسجد قرطبہ کے اقتباسات درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اہلِ اُردو ادب اس نظم سے بخوبی واقف ہیں۔

"ہسپانیہ" کے عنوان سے ۷ شعروں پر مشتمل ایک اور نظم بالِ جبریل میں شامل ہے۔
اندلس کے میدانِ جنگ میں "طارق کی دعا" کو اقبال نے اس طرح نظم کیا ہے کہ وہ ہر
مسلمان کے دل سے نکلی ہوئی دعا معلوم ہوتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنھیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی (۶)

غرض کہ سقوطِ اندلس کے موضوع پر اقبال نے جس فلسفیانہ گہرائی کے اشعار کہے ہیں، وہ فکری لحاظ سے شوقی سے کہیں آگے ہیں۔

اقبال کی شاعری کے متعلق عزیز حامد مدنی لکھتے ہیں:

"ایک عظیم شاعر ایک بنیادی نکتہ میں کئی سمتیں سمیٹ لیتا ہے۔ اس کی مثالیں اقبال کے یہاں کئی جگہ ملیں گی اور انھیں میں سرشت انسانی کے رخ کی جھلکیاں ہیں۔ اقبال نے زندگی کے سبھی رخ اپنی شاعری میں قالب دے دیا۔"(۷)

اٹھارہویں صدی کے وسط میں وطنیت اور قوم پرستی کے نظریوں کو فروغ حاصل ہوا۔ اہلِ مغرب نے وطنیت کے نظریے کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا کیونکہ یہ ان کے تاجرانہ مقاصد کے پیشِ نظر بے حد مفید تھا۔ اسلامی ممالک میں بھی وطنیت کی یہ لہر اس طرح اُٹھی کہ وحدتِ اسلامی کا تصور پارہ پارہ ہو کر رہ گیا۔ اقبال وطن پرستی کے قائل نہیں تھے۔ وہ حب الوطنی کا صحیح تصور رکھتے تھے جبکہ اس دور کے دیگر شعرا کے یہاں یہ جذبہ مفقود تھا۔ اقبال کے یہاں وطن سے محبت کے گیت کثرت سے ملتے ہیں لیکن انھوں نے وطن کو "تازہ خدا" کی حیثیت نہیں دی۔

وطن کا تصور ہمیں ان کی ابتدائی شاعری ہی میں نظر آتا ہے۔ بعد کو جوں جوں تصور اور فکر میں گہرائی و گیرائی آتی گئی ان کے نظریہ وطنیت و قومیت کا کینوس بھی وسعت حاصل کرتا گیا۔ اس طرح اقبال وطن کی محبت سے نکل کر ملت کے وسیع تر تصور تک پہنچے۔

اقبال کی طرح شوقی نے بھی وطنی محبت کے نغمات گائے۔ ان کے قومی ترانے خاص و عام میں مقبول بھی ہوئے۔ ان کے اس قسم کے اشعار میں جذبہ کی شدت اور تاثر کی گرمی ملتی ہے۔ بعض اوقات تو وہ دیگر شعرا کی طرح حب الوطنی میں اس قدر جذباتی ہو جاتے ہیں کہ غلو سے کام لینے لگتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے مرجع عقیدت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر زبان کے مسلمان شاعروں اور ادیبوں نے حضور ﷺ کی شان میں اپنی اپنی بساط کے مطابق خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ شوقی اور اقبال کی فکر بھی اس سے مستثنیٰ

نہیں ہے۔ اقبال کی طرح شوقی بھی عشق رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کی ایک طویل نعت عربی ادب میں زبردست اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ نعت آج بھی مشہور اور زبان زد خاص وعام ہے۔ اس کا مطلع ہے:

وُلِدَ   الھُدَی   فالکائنات   ضیاءُ
وَفَمُ   الزّمانِ   تبسُّمٌ   وثناءُ(۸)

(ہدایت پیدا ہوئی پس کائنات اس کی روشنی سے منور ہو گئی۔ زمانے کے لب تبسم اور ثنا میں ڈوب گئے۔)

شوقی کا یہ نعتیہ قصیدہ عشق میں ڈوبا ہوا ہے جس سے ان کی رسولِ خدا سے والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اپنے منفرد انداز اور لب ولہجہ کی وجہ سے شوقی کا یہ نعتیہ قصیدہ البوصیری کے مشہور نعتیہ قصیدہ ''البردہ'' کے بعد سب سے زیادہ مقبول ہوا۔ اس میں شوقی نے حضور ﷺ کی ان صفاتِ حسنہ کو نمایاں کیا ہے جن سے آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام کے لیے مدد لی۔ اس سے شوقی کا مقصد یہ تھا کہ اگر آج بھی مسلمان ان صفاتِ عالیہ اور اخلاقِ حسنہ کو اپنے اندر پیدا کر لیں تو اس سے اسلام کو دوبارہ سربلندی حاصل ہو سکتی ہے۔

ایک قصیدے میں شوقی حضور ﷺ کی مدح وتوصیف اس طرح کرتے ہیں:

فإذا   سخَوْتَ   بلَغتَ   بالجود   المدَی
وفعلتَ   مالا   تفعلُ   الأنواءُ

(آپ ﷺ سخاوت کرتے ہیں تو انتہا کو پہنچ جاتے ہیں، بادل بھی آپ ﷺ کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔)

وإذا   غَضِبتَ   فإنّما   ھیَ   غضبۃٌ
في   الحق   لاضِغْنٌ   ولابَغضاءُ

(آپ ﷺ کا غصہ حق کے لیے ہوتا ہے اس میں کینہ اور دشمنی نہیں ہوتی۔)

واذا   قضیتَ   فلا   ارتیابَ   کأنّما
جاءَ   الخصومَ   من   السماءِ   قضاءُ

(آپ ﷺ کا فیصلہ شک وشبہہ سے پاک اور آسمانی فیصلہ ہوتا ہے۔)

وإذا بنَيتَ فخيرُ زوجٍ عِشرَةً
وإذا ابتنَيتَ فدُونكَ الآباءُ

(آپ ﷺ ایک مثالی شوہر اور ایک مثالی باپ ہیں۔)

وإذا صَحِبتَ رأى الوفاءَ مُجَسَّمًا
في بُردِكَ الأصحابُ والخُلطاءُ(9)

(آپ کی صحبت میں جو رہا اس نے دیکھا کہ آپ ﷺ صحابہ اور ملنے والوں کے لیے سراپا وفادار ہیں۔)

اگرچہ اقبال نے شوقی کی طرح طویل نعتیں نہیں کہی ہیں مگر انھوں نے حضور ﷺ کی پوری زندگی اور ان کی تعلیمات کو اپنے کلام کا محور بنایا ہے۔ ان کا انسان کامل وہ ہے جو حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو۔ معراج کے واقعے کے ذریعے اقبال نے لطیف توجیہات اور باریک نکات کی طرف اشارے کیے ہیں۔ زماں و مکاں کی گتھی کا حل بیان کرتے ہوئے کائنات کے معنی و حقائق کی تشریح کی ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ایسا اکتساب اقبال کے دوسرے ہم عصر شعرا کے پاس عنقا ہے۔ اقبال کے کلام میں عشقِ رسول ﷺ کی بے شمار مثالیں ہیں۔ صرف یہ اشعار دیکھیے:

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق(10)

قلب میں سوز نہیں ، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمھیں پاس نہیں(11)

دونوں شاعروں نے ان مشاہیر اسلام کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ جو اپنے کارناموں کی وجہ سے تاریخ اسلام میں حیات جاودانی پا چکے ہیں اور جن پر اسلامی تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ شوقی نے ”نہج البردہ“ میں خلفائے راشدین کا اجمالی ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے۔ ”دول العرب وعظماء الاسلام“ میں بھی اہم اسلامی شخصیتوں کا ذکر کیا ہے۔ جس سے مقدس بزرگوں سے شوقی کی عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے کارناموں اور ان کے اوصافِ حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فيا أخا الضَّرَّاءِ والشدائدِ
والناسُ إخوانٌ لدى الفوائدِ

(آپ تو نقصان اور مصیبتوں میں کام آنے والے ہیں جب کہ لوگ فائدے کے وقت ہی دوست بنتے ہیں۔)

وقدوَةَ الزُّهَّارِ بعد الهادي
وصاحبَ الهجرةِ والجهادِ

(ہادی اکرم ﷺ کے بعد آپ زاہدوں کے رہنما ہیں اور آپ (اسلام کی خاطر) ہجرت اور جہاد کرنے والے ہیں۔)

ويا رحيمًا قلبُه رقيقا
بماله كم حَرَّر الرقيقا[۱۲]

(آپ رحم دل اور رقیق القلب ہیں اپنے مال سے کتنے ہی غلام آزاد کرا چکے ہیں۔)

علامہ اقبال نے بھی شوقی کی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اسی خوبی کو نظم کیا ہے جس کا ذکر شوقی نے اپنے کلام میں کیا ہے حالانکہ اقبال نے شوقی کی طرح مشاہیر اسلام کو علیحدہ موضوع نہیں بنایا لیکن انھوں نے تاریخ اسلام کے جید افراد کا ذکر اپنے مخصوص انداز میں کیا ہے۔ اور قاری کو اسلاف کے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کو اپنانے کی دعوت دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ پر اقبال کی نظم کے چند اشعار دیکھیے:

اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضورؐ چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس![۱۳]

اسلاف اور مشاہیر اسلام کے علاوہ شوقی نے اقبال کی طرح بعض اہم اکابر و رہنما پر بھی مرثیے اور قصائد لکھے ہیں۔ محمد علی جوہر پر شوقی کا مرثیہ ملاحظہ کیجیے:

یا (قدسُ) هَیّیَ من ریاضک رَبُوَةً
لَنزیلِ تُربک وَاحتفل بلقائہ

هو من سُیوفِ اللہ جَلَّ جلالُہ
أو من سیوف الهندِ عند قضائہ

فَتَحَ النبیُّ لہ مُناخَ بُراقہ
و مَعارجَ التشریف من إسرائہ (۱۴)

ترجمہ: (اے قدس! اپنے ہاں اترنے والے مہمان کے لیے ایک اونچا ٹیلہ تیار کر اور اس سے ملاقات کا جشن منا وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یا وہ فیصلے کے وقت ہندی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ نبی ﷺ نے اس کے لیے اپنے براق کی آرام گاہ کھول دی اور لیلۃ الاسریٰ کی نشانی بھی اس کے لیے کھول دی۔)

اب اقبال کا مرثیہ ”داغ“ ملاحظہ کیجیے:

اس چمن میں ہوں گے پیدا بلبل شیراز بھی
سیکڑوں ساحر بھی ہوں گے صاحب اعجاز بھی
ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون
اُٹھ گیا ناوک فگن ، مارے گا دل پر تیر کون (۱۵)

ہم عصر رہنماؤں پر دونوں نے مشترک عنوانات قائم کیے ہیں وہ قابلِ ذکر ہیں، مثلاً مصطفٰے کامل پاشا، جمال الدین افغانی، بو علی سینا اور شیکسپیئر وغیرہ۔ اسی طرح ان کے بعض دیگر موضوعات میں بھی یکسانیت ملتی ہے مثلاً مسجد قرطبہ، اندلس، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت بلالؓ وغیرہ۔

بچوں کے لیے اقبال کی طرح شوقی نے بھی نظمیں کہی ہیں اور ان دونوں کے عنوانات بھی قدرے مشترک ہیں۔ مثلاً ”ماں“، ”مدرسہ“، ”بچے کی دعا“، اگر اقبال نے ”گائے اور بکری“، ”ایک پہاڑ اور گلہری“ کے عنوانات سے نظمیں کہی ہیں تو شوقی نے ”اونٹ اور لومڑی“، ”چیونٹی“ جیسے عنوانات پر نظمیں لکھ کر ان کا حق ادا کیا۔ اقبال اگر شبلی، حالی، غالب، جوہر، داغ وغیرہ پر مرثیہ لکھ کر انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ تو شوقی، بارودی، حافظ ابراہیم، گاندھی، جوہر پر نظمیں کہہ کر انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ یوں ان دونوں بڑے شاعروں کے فکری نظام کے سوتے ایک ہی ماخذ سے پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔

حوالہ جات:

احمد شوقی، الشوقیات، (القاہرہ: مؤسستہ ھنداوی، للتعلیم والثقافۃ، ۲۰۱۲ء)، ص ۴۳۱۔۴۳۳
اقبال، کلیات اقبال، (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۹۰ء)، ص: ۴۳۰
یوسف حسین خاں، روحِ اقبال، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۶۲ء)، ص ۸۶۔۸۷
ابوالحسن علی ندوی، نقوشِ اقبال، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۷۵ء)، ص: ۱۸۱
یوسف حسین خاں، ڈاکٹر، روحِ اقبال، ص ۸۸۔۸۹
اقبال، کلیاتِ اقبال، ص ۲۳۲
عزیز حامد مدنی، جدید اردو شاعری، (کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۹۰ء)، ص: ۲۵۶
احمد شوقی، الشوقیات، ص: ۴۱
ایضاً، ص: ۴۲
اقبال، کلیاتِ اقبال، ص: ۷۰
ایضاً، ص: ۲۳۱
احمد شوقی، دول العرب وعظما الاسلام، (القاہرہ: مؤسستہ ھنداوی، للتعلیم والثقافۃ، ۲۰۱۲ء)، ص: ۳۹
اقبال، کلیاتِ اقبال، ص: ۲۵۲۔۲۵۳
احمد شوقی، الشوقیات، ص: ۵۹۵
اقبال، کلیاتِ اقبال، ص: ۱۱۵۔۱۱۷

Reference:

1. Ahmad Shawqi, Al-Shoqiyat, (Cairo: Masisat Hindawi, for Education and Culture, 2012), pp. 431-433
2. Iqbal, Kiliyat Iqbal, (Lahore, Iqbal Akademi Pakistan 1990), p: 430
3. Yusuf Hussain Khan, Ruh-e- Iqbal, (New Delhi: Maktaba Jamia Limited, 1962), pp. 86-87.
4. Abul Hasan Ali Nadvi, Naqosh-e-Iqbal, (Karachi: Majlis-e-Sashaat-e-Islam, 1975), p. 181
5. Yusuf Hussain Khan, Dr., Ruh-e-Iqbal, pp. 88-89
6. Iqbal, Kalyat-e-Iqbal, p. 232
7. Aziz Hamid Madani, Jadeed Urdu Shairi, (Karachi, Anjuman Targhee Urdu, 1990), p: 256
8. Ahmad Shawqi, Al-Shawqiyat, p.: 41
9. Ibide, p:42
10. Iqbal, Kilyat-e-Iqbal, p.70
11. Ibide, p:231
12. Ahmad Shawqi, Dul al-Arab wa Uzma al-Islam, (Cairo: Hindawi Institute for Education and Culture, 2012), p.39
13. Iqbal, Kilyat-e-Iqbal, pp. 252-253
14. Ahmad Shawqi, Al-Shawqiyat, p.:595 15. Iqbal, Kilyat-e-Iqbal, pp. 115-117